مغربی تہذیب اور ہم

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

ہدایت ربانی سے محرومی کے باعث مغربی تہذیب جس کرب اور المیے سے دوچار ہے، ہماری عظیم اکثریت اس سے لاعلم ہے۔ ہم مغربی ممالک کی ظاہری شان وشوکت اور جاہ وحشمت کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ان سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں۔ اقبال نے ایسی کیفیت کے بارے میں کہا تھا کہ ۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے، چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

''دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں'' کے مصداق ہم ان کے ٹھاٹھ باٹھ اور تمدنی ترقی سے اتنے مرعوب ہیں کہ ہمیں ان کے آلام ومصائب کا اندازہ ہی نہیں ہوتا اور ہم اس مغالطے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہاں ہر طرح کا سکھ، چین اور سکون واطمینان ہے۔ حالانکہ خدا ناآشنا مغربی تہذیب کا قریبی مشاہدہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ان ممالک میں خاندانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے پورا معاشرہ انتہائی کرب اور دکھ میں مبتلا ہے۔ مغربی معاشرے میں آزادانہ شہوت رانی کا دور دورہ ہے پھر یہ کہ قانونی شادی میں طلاق کی صورت میں مغربی قانون کے مطابق بیوی کو جائیداد اور دولت میں سے نصف دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا شادی کا بکھیڑا کون مول لے اور یہ معاملہ اس قدر اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے کہ سابق امریکی صدر بل کلنٹن نے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ''عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہوگی'' کلنٹن نے حرام زادے کے لیے ''Bastard'' کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا بلکہ اس کے الفاظ تھے ''Born without any wedlock'' یعنی بغیر شادی کے بندھن کے بچے پیدا ہوں گے۔ شادی کے بندھن کے بغیر جنم لینے والے بچے کو ہی تو حرامی کہا جاتا ہے۔ جن لوگوں کو سابقہ روایات کا کچھ پاس ہے، وہ شادی کا بندھن اختیار کر لیتے ہیں تو ان میں سے بھی اکثر کا حال یہ ہے کہ شوہر بیوی سے نالاں ہے اور اس کی عصمت وعفت کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہے۔ اور بیوی شوہر سے بیزار ہے اور اسکے باوفا ہونے کے بارے میں مشکوک نظر آتی ہے۔ مزید برآں اوّل مانع حمل تدابیر سے اولاد کے جھمیلے سے بچاؤ رکھا جاتا ہے، لیکن اگر کسی کو اولاد کی چاہت ہے تو اکثریت کے بچے نرسریوں میں پرورش پاتے ہیں، لہٰذا محبت مادری اور شفقت پدری سے یکسر محروم اولاد کے دل والدین کی محبت اور احترام سے خالی ہوتے ہیں اور والدین کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اولاد کی چاہت نا ہونے کے برابر ہے۔ اولاد کو بھی والدین بلوغت کی قانونی عمر کے بعد گھر سے نکال دیتے ہیں، جس طرح جانور اور پرندے بچے کے دانہ چگنے کے قابل ہوتے ہی بچے سے لاتعلق ہو جاتے ہیں چنانچہ چاہے لڑکا ہو یا لڑکی یہ کہا جاتا ہے کہ خود جا کر کماؤ اور کھاؤ۔ ہم پر اگر کچھ ذمہ داری تھی تو بس ایک خاص عمر تک تھی۔ ظاہر بات ہے پھر اولاد کو بھی بوڑھے ماں باپ کی کیا فکر ہوگی؟ چنانچہ بچے بڑھاپے میں ماں باپ کو اولڈ ہاؤسز میں چھوڑ آتے ہیں کہ یہاں پر کھانا پینا تو ملتا رہتا ہے البتہ اپنے بچوں کو دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ کرسمس کے موقع پر بچے آکر اپنی شکل دکھا دیں گے، لیکن اکثر وبیشتر والدین کرسمس کے موقع پر بھی اپنی اولاد کی شکل دیکھنے کے لیے ترستے رہ جاتے ہیں انھیں اپنی شکل دکھانے کوئی نہیں آتا۔ وہاں ایسے بوڑھے مردوں اور عورتوں کے لیے جن کی بیویاں یا شوہر انتقال کر چکے ہیں اور اب وہ تنہا رہ گئے ہیں، ہاسٹل قائم ہیں تاکہ وہ دوسرے بوڑھوں اور بوڑھیوں کے ساتھ رہ کر اپنی تنہائی کے احساس کو مٹا سکیں۔ یہ ہے مغرب کا سماجی نظام، جس میں پردے کا سوال ہی کیا، شرم وحیاء کی اہمیت ہی کیا اور عزت وعصمت کی قیمت ہی کیا! یہ ہے خاندانی نظام کے برہم ہونے کی

نقد سزا جو اس وقت مغربی معاشرہ بھگت رہا ہے۔ اس کی وجہ سے معاشرے میں پاگل پن اور اس کے نتیجے میں خودکشیوں کا بہت رجحان ہے۔ دنیا کے قریباً ہر ملک کا اعلیٰ طبقہ (Elite) اس تہذیب اور معاشرت کو اختیار کر چکا ہے۔ یعنی یہ طبقہ بے پردگی، فحاشی، عریانی اور آزاد جنس پرستی کی لپیٹ میں آ چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاقوں کا رجحان بہت بڑھ گیا ہے۔ جتنی شادیاں ہوتیں ہیں وہ اکثر جلد از جلد تحلیل ہو جاتیں ہیں اور خاندانی نظام چلتا ہی نہیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی اکثر لوگ مغربی تہذیب کے اندھے مقلد بن چکے ہیں۔ جس کے پاس چار پیسے آئے سب سے پہلے ان کے گھر سے پردہ رخصت ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اگر کوئی ''ترقی'' ہوئی ہے تو وہ بے پردگی، فحاشی اور عریانی میں ہوئی ہے۔ مسلمان ہوتے ہوئے ہماری اولادیں بھی دین کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں اور اس کا نتیجہ ہے کہ اب ہمارے معاشرے میں بھی اکثر بوڑھے ایسے ہیں جنھوں نے اپنی اولاد کو پالا پوسا، اعلیٰ تعلیم دلوائی جس کے لیے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیا اور اب یہ لوگ بھی مغربی عوام کی طرح اپنی اولاد کی شکلیں دیکھنے کو ترستے ہیں اور یہ حسرت لیے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ یہ ہدایت ربانی کو پس پشت ڈالنے کی نقد سزا ہے جو انھیں دنیا میں بھگتنی پڑتی ہے۔ آخرت میں ایسے لوگ دائمی طور پر جس دردناک عذاب سے دوچار ہونے والے ہیں، وہ ابھی علیحدہ معاملہ ہے۔ البتہ اس سب کے باوجود ابھی شرم وحیا کا کچھ عنصر جو باقی ہے اور خاندانی نظام بھی کسی درجے میں قائم ہے تو امریکہ اور اس کے حواری اس کے ختم کرنے کے لیے مصروف عمل ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ ان میں بھی ''لبرل ازم'' اور ''روشن خیالی'' آ جائے کہ اگر کسی کی بیوی زنا کر رہی ہے تو کیا ہوا اُس کی مرضی ہے۔ اگر کسی کی بیٹی آوارہ ہوگئی ہے تو کیا! یہ اس کا حق ہے کہ وہ جس کے ساتھ چاہے رہے جس کو چاہے چھوڑ دے۔ پاکستان میں ایک لولا لنگڑا حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا تھا اور اس کے خلاف بغاوت روز اوّل سے تھی اور اس کو ختم کرنے کے لیے ہمارے معاشرے کا سارا Elite طبقہ مصروف عمل تھا۔ نام نہاد حقوق نسواں کے لیے کام کرنے والی خواتین لیڈر کھڑی ہوگئیں کہ اس کو ختم کیا جائے۔ حالانکہ وہ ویسے بھی معاشرے میں غیر موثر تھا۔ اس کی کوئی حیثیت بھی نہیں تھی مگر اس کے باوجود اس کو تبدیل کر کے فروغ فحاشی اور زنا کا آرڈیننس بنا دیا گیا ہے اور ابھی مزید خلاف دین اقدامات کرنے کے بھی اشارے مل رہے ہیں۔

عوام کی سطح پر ہماری حالت یہ ہے کہ ہم محلات تعمیر کرنے میں مصروف ہیں بڑے شہروں کی ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹیز کو دیکھ لیجیے، لیکن یہ سب کچھ کسی کے کام نہ آئے گا ؎ ''دیکھنا ان بستیوں کے تم کہ ویراں ہوگئیں'' کیا پتہ یہاں پر کون آ کر رہے۔ اگر ہم نے یہی کچھ کرنا تھا تو بھارت کے ٹکڑے کیوں کئے تھے۔ اگر مغربی معاشرت اور تہذیب ہی کو اختیار کرنا تھا تو کیوں خونی سرحد قائم کرا کے پاکستان بنایا تھا۔ امریکہ کی روشن خیال پالیسی کا اسیر ہی بننا ہے تو پھر اس ملک کے قیام کا جواز ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری کوئی جڑ بنیاد ہے اور اس کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو وہ صرف اور صرف اسلام کے آفاقی نظام کو اختیار کرنے میں ہے۔ جس کے حقیقی اور روشن خیال چہرے پر سے پردے ہٹا کر پوری دنیا کو دکھانے کا عزم قائداعظم اور علامہ اقبال نے کیا تھا۔ اور اگر ہم نے اس کی جانب کوئی پیش رفت نہ کی، عوام نے حرام سے اجتناب اور حلال پر اکتفا کا فیصلہ نہ کیا۔ فرائض دینی کی ادائیگی کو اپنا نصب العین نہ بنایا بے شرمی، بے حیائی، فحاشی اور عریانی اور مغربی تہذیب کو مکمل طور پر نہ چھوڑا تو خاکم بدھن پاکستان کا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے۔ آیئے مولانا ظفر علی خان کے اس شعر کے مصداق عزم صادق کرتے ہوئے مغربی تہذیب کو خیر باد کہیں اور اسلام کے خاندانی اور معاشرتی نظام کو حرز جان بنائیں کہ ؎

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر
جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

(شائع شدہ: روزنامہ خبریں)